مذہبی، دینی اور علمی نقطۂ نظر سے
عربی زبان کی اہمیت

تحریر: محمد جعفر بھٹکلی ندوی ☆

یہ مقالہ بتاریخ ۲۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل (انڈیا) کے تحت منعقد ہونے والے ایک پروگرام ''عربی زبان کی اہمیت مذہبی، دینی اور علمی نقطۂ نظر سے'' میں پڑھا گیا۔

ہر قوم کا اپنی زبان سے لگاؤ فطری امر ہے، اس کی حفاظت کے لیے وہ سر دھڑ کی بازی لگانے اور غنیم کی فوج ظفر موج سے جوجنے سے بھی نہیں کتراتی۔ قومیں جسم ہیں تو زبانیں ان کا لباس، کسی قوم کو اُس کی زبان سے پرے رکھنا گویا اس کو اس کی تہذیب، ثقافت اور تاریخ سے پرے رکھنا ہے۔

قوموں کی ترقی کا راز اپنی زبانوں کی حفاظت میں مضمر ہے

زندہ قومیں اپنی زبانوں کے سلسلہ میں بڑی محتاط واقع ہوئی ہیں، ترقی کی بلندیوں کو چھونے کے لیے اپنی زبان ہی کو سنگ میل سمجھتی رہی ہیں۔ حالیہ ترقی یافتہ قوموں کی تاریخ پر اچٹتی نگاہ ڈالنے سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ ترقی یافتہ قومیں اپنی قومی زبان کو اپنی پوری زندگی پر جاری و ساری کرنے کی جان توڑ کوشش کرتی ہیں۔ الاخوان المسلمون کے چوٹی کے عالم اور اسلامی مفکر محفوظ نحناح محتاج کے بقول: ''مغربی قومیں اپنے نونہالوں کو ۱۲ سال کی عمر تک ماسوا اپنی قومی اور مذہبی زبان کے کسی زبان کے قریب پھٹکنے نہیں دیتیں''۔ ترقی کے بامِ گردوں کو چھونے والی چینی و جاپانی قوموں کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے، انہوں نے تمام

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل، انڈیا

علوم وفنون کو اپنی قومی زبان کے سانچے میں ڈھالا اور اپنے نونہالوں کو تعلیم اپنی قومی زبان ہی میں دی‘ علی الرغم اس کے کہ ان کی زبانیں انتہائی مشکل زبانیں ہیں جن کے حروف تہجی دس ہزار سے متجاوز ہیں۔

پھر اسرائیل اور ہندوستان ہی کو دیکھ لیجیے جو اپنی گڑی ہوئی مردہ زبانوں کو اکھاڑنے اور اس میں جان ڈالنے میں جتے ہوئے ہیں‘ یعنی عبرانی اور سنسکرت زبان کو‘ درآنحالیکہ اسرائیل کی حیثیت چوں چوں کے مربہ کی ہے جسے مختلف ممالک کے بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے یہودیوں سے آباد کیا گیا ہے۔ آج اغیار جہاں اپنی گڑی ہوئی مردہ زبانوں کو اکھاڑنے اور اس میں جان ڈالنے میں جتے ہوئے ہیں‘ وہیں مسلمان اپنی مذہبی زبان سے تغافل شعاری اور سہل انگاری کے باعث زندہ زبان کو زندہ گڑ وا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

عربی زبان کی کہنگی اور قدامت

بعض علماء کے نزدیک عربی زبان کا وجود حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے ہے اور اس زبان کے سب سے پہلے بولنے والے وہی ہیں۔[1]

محققین علماء کے بقول عربی زبان دنیا کی سب سے قدیم زبان ہے۔ عبرانی زبان بھی اصل میں عربی زبان ہی تھی‘ عبرانی زبان میں پائے جانے والے اکثر الفاظ عربی ہی کے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض آثار اور ضعیف احادیث سے اس کا حضرت آدم علیہ السلام اور جنتیوں کی زبان ہونا بھی ثابت ہے۔ علی طنطاوی اپنی کتاب مستطاب ''دفاع عن العربية'' میں اس زبان کی قدامت اور کہنگی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: ''عربی زبان تاریخ کے تمام ادوار میں عجوبہ رہی ہے''۔

اگر تاریخ ہر زبان کی آفرینش اور اس کی افزائش کے مراحل اور پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے مدارج کا تذکرہ کرتی ہے تو بجا‘ لیکن عربی زبان تاریخ سے زیادہ قدیم ہے۔ عربی زبان مادرِ گیتی پر اُس وقت سے استادہ ہے جب تاریخ کا نام ونشان تک نہیں تھا‘ تاریخ نے تو اُس وقت اپنی آنکھیں کھولیں جب عبرانی زبان اپنے پاؤں پر کھڑی تھی۔

قرآن کے باعث عربی زبان کو بقائے دوام

اس بوڑھے آسمان نے کتنی ہی تہذیبوں‘ قوموں اور زبانوں کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط

---

١) المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، ج ١، ص ١٤۔

کی طرح مٹتے اور تاریخ کے کباڑ خانوں کی نذر ہوتے دیکھا' مگر عربی زبان اپنی آن' بان' تان اور شان سے اب تک قرآن کی بدولت قائم ہے اور تا قیامت باقی رہے گی۔ جس نے بھی اس سے ٹکر لی اسے مُنہ کی کھانی پڑی' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر)

''یقیناً ہم نے ہی اس الذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

قرآن اور عربی زبان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عالمِ وجود میں جب تک قرآن کا وجود ہوگا عربی کا وجود ناگزیر ہے۔ کیا دنیا میں' بجز عربی کے' کوئی ایسی زبان ہے جس کے بولنے والے چودہ سو سال پہلے کہے گئے اشعار کو سمجھ سکتے ہوں اور اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہوں؟ اور وہ ایسے ہوں گویا وہ آج ہی کہے گئے ہیں؟ کیا دنیا میں آج' بجز عربی کے' کوئی ایسی زبان ہے جس کے چودہ سو سال پہلے کہے گئے الفاظ میں آج کی سائنس' طب اور فلسفہ کا استاذ بھی اپنی ضرورت کے الفاظ پاتا ہو؟ ہر سو سال میں زبان کی ہیئتِ مجموعی میں تبدیلی آ جاتی ہے' اس کا رنگ ڈھنگ اور آہنگ بدل جاتے ہیں۔ سو سال پہلے لکھی گئی انگریزی کتابوں کو آج کا انگریزی ادیب بھی نہیں پڑھ پاتا۔ قربان جایئے قرآن پر کہ صرف اس کی بدولت عربی زبان نے وسعت و پہنائی اور رفعت و بلندی کی اُن چوٹیوں کو چھولیا کہ دنیا کی کوئی دوسری زبان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔

عربی زبان دینی نقطۂ نظر سے

عربی زبان کی حیثیت اسلام کے شعار کی ہے۔ یہ وہ زبان ہے جس سے شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں حاضر ہو کر لو لگائی اور راز و نیاز کی جاتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

لا یخفی ان اللسان العربی شعار الاسلام واھله واللغات من اعظم شعائر الامم التی یتمیزون بھا

''یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ عربی زبان اسلام اور اسلام والوں کا شعار ہے' زبانیں عموماً قوموں کے اُن بڑے شعائر میں سے ہیں جن سے وہ ممتاز ہوتی ہیں''۔

امام ابن تیمیہؒ آگے مزید لکھتے ہیں:

ان اللغة العربیة من الدین' ومعرفتھا فرض واجب' فان فھم الکتاب

والسنة فرض ' ولا يفهم الا بفهم اللغة العربية ' وما لا يتم الواجب الا به فهو واجب[1]

''عربی زبان دین ہی کا جزو ہے اور اس سے واقفیت حاصل کرنا فرض ہے' اس لیے کہ قرآن وسنت کو سمجھنا فرض ہے اور قرآن وسنت کو عربی زبان ہی کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے' اور جس چیز پر واجب کے پورا ہونے کا دارومدار ہو وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے''۔

شریعت محمدیؐ کے رمز شناس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تعلموا العربية فانها من دينكم

''عربی زبان سیکھو' اس لیے کہ وہ تمہارے دین ہی کا ایک حصہ ہے''۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

الواجب على كل مسلم ان يتغلم من لسان العرب بقدر جهده ' ثم ازاد من العلم له كان خيرا له [2]

''ہر مسلمان پر بساط بھر عربی سیکھنا ازبس ضروری ہے' اس کے بعد اپنے علم میں جتنا اضافہ کرے گا وہ اس کے لیے بہتر ہوگا''۔

ابومنصور عبدالملک بن محمد اسماعیل الثعالبی اپنی کتاب ''فقه اللغة وسر اللغة العربية'' کے مقدمہ میں یوں رقمطراز ہیں:

من احبّ الله احبّ رسوله مُحمّداﷺ ومن احبّ الرسول العربیﷺ احبّ العرب ومن احبّ العرب احبّ العربية التى نزل بها افضل الكتب على افضل العرب والعجم ومن احبّ العربية عنى بها وثابر عليها وصرف همته اليها

''جسے اللہ سے محبت ہوگی اس کے دل میں اس کے رسول محمد ﷺ سے بھی محبت ہوگی' اور جس کو رسولِ عربی ﷺ سے محبت ہو وہ عربوں سے بھی محبت کرے گا' اور جس کو عربوں سے محبت ہوگی وہ اس عربی لغت سے بھی محبت کرے گا جس میں دنیا کی افضل ترین کتاب عرب وعجم کی افضل ترین ہستی (محمد ﷺ) پر نازل ہوئی' پھر جسے عربی سے محبت ہوگی وہ یقینی طور پر اس کا اہتمام کرے گا اور اسے محنت ومشقت کر کے سیکھے گا''۔

وقد روى ان ابا عمرو بن العلاء كان يقول: لعلم العربية هو الدين

۱) کتاب اقتضاء الصراط المستقیم' لابن تیمیه' ج ۱' ص ۴۷۰۔

۲) الرسالة' ص ۱۶۷

بعینه' فبلغ ذلك عبدالله بن المبارك' فقال: صدق' لانی رأیتُ النصاری قد عبدوا المسیح لجھلھم لسانھمْ" قال الله: "اَنَا وَلَّدْتُكَ مِنْ مَرْیَمَ. وَاَنْتَ نَبِیٌّ" فحسبوه یقولُ: "اَنَا وَلَدْتُّكَ وَاَنْتَ بُنَیَّ" بتخفیف اللام وتقدیم الباء وتعویض الضمة بالفتحة۔ کفروا[۱]

''ابوعمرو بن العلاء کہتے تھے عربی زبان سیکھنا بذات خود دین ہے۔ یہ بات جب عبداللہ بن مبارک کو پہنچی تو کہنے لگے کہ عمرو بن العلاء نے بجا کہا' اس لیے کہ میں نے نصاریٰ کو دیکھا کہ انہوں نے عیسیٰؑ کی عبادت کی زبان کی عدم واقفیت کی وجہ سے۔ اللہ نے تو کہا تھا: ''اَنَا وَلَّدْتُّكَ مِنْ مَرْیَمَ وَاَنْتَ نَبِیٌّ'' (میں نے تجھے مریم سے پیدا کیا یا جنوایا اس حال میں کہ تو نبی تھا) انہوں نے اس کو سمجھا کہ ''اَنَا وَلَدْتُّكَ وَاَنْتَ بُنَیَّ'' (میں نے تجھے جنا اور تو میرا بیٹا ہے) ''لام'' کو مخفف پڑھنے ''ب'' کو مقدم کرنے اور فتحہ کے بدلے ضمہ کو استعمال کرنے سے وہ کافر ہو گئے۔''

محمد ابوزہرہ فرماتے ہیں:

''عربی زبان کو زندہ کرنا وحدت کو زندگی بخشتا ہے اور اسے رائج کرنا وحدت کو عام کرتا ہے''۔[۲]

عربی زبان کی اہمیت علمی نقطۂ نظر سے

علمی اور تحقیقی میدانوں میں کام کرنے والوں کے لیے عربی کی حیثیت وہی ہے جو معمار کے لیے آلات کی' درزی کے لیے سوئی کی اور مصور کے لیے موقلم کی۔ عربی پر عبور حاصل کیے بغیر علمی و تحقیقی میدانوں میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے شناوری کے لیے پیراکی سیکھے بغیر بحر ناپیدا کنار میں داخل ہونا۔ اسی وجہ سے چوٹی کے علماء نے اپنی عمر اور مال کا ایک بڑا حصہ عربی زبان کے حصول میں صرف کیا۔ ابوصالح ہروی بیان کرتے ہیں:

کان عبد الله بن المبارك یقول: انفقتُ فی الحدیث اربعین الفا وفی الادب ستین الفا' ولیس ما انفقته فی الحدیث انفقته فی الادب[۳]

''عبداللہ بن مبارک کہتے تھے کہ حدیث کے حصول میں مَیں نے چالیس ہزار رقم

۱) معجم الادباء' لیاقوت الحموی' ج ۲' ص ۷۱۔

۲) حول الوحدة الاسلامیة' ص ٥٤۔

۳) معجم الادباء' لیاقوت الحموی' ج ۱' ۲' ص ۷۔

صرف کی اور ادب کے حصول میں ساٹھ ہزار۔ کاش حدیث کے حصول میں مَیں نے جو رقم صرف کی اسے بھی ادب کے حصول میں صرف کرتا۔''

امام شافعیؒ کہتے ہیں:

طلبت اللغة والادب عشرين سنة لا اريد بذلك الا الاستعانة على الفقه

''لغت اور ادب کے حصول میں مَیں نے اپنی عمر عزیز کے بیس سال صرف کیے اور اس کے ذریعہ میرا مقصد فقہ میں معاونت حاصل کرنا تھا۔''

حبر الاُمۃ مفسر القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اذا قرأتم شيئا من كتاب الله ولم تعرفوه فاطلبوه فى اشعار العرب

''جب تم کتاب اللہ کی کوئی چیز پڑھو اور اسے سمجھ نہ پاؤ تو عرب کے اشعار میں اسے تلاش کرو۔''

علامہ جلال الدین سیوطی نے تو اپنی کتاب ''المزهر' ج ۲' ص ۳۰۲ '' میں عربی لغت تک کے علم کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے اور استشہاد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو نقل کیا:

"لا يقرئ القرآن الا عالم باللغة"

''قرآن کی تعلیم وہی شخص دے جو کہ لغت کو جانتا ہو''۔

علامہ سیوطی مزید برآں کہتے ہیں:

لا سبيل الى علم القرآن وادراك معانيه الا بالتبحر فى هذه اللغة(۱)

''قرآن کے علم اور اس کے معانی کا ادراک لغت پر تبحر ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے''۔

امام ابنِ حزم اپنی کتاب ''**التخليص فى وجوه التلخيص**'' میں یوں رقم طراز ہیں:

كيف يكون مأمونا على العلم من لا يحسن اللغة

''علم کے سلسلہ میں اس شخص پر کیسے تکیہ کیا جا سکتا ہے جسے لغت پر قدرت اور تمکنت نہ ہو''۔

مذکورہ باتوں سے یہ بات آشکار ہوئی کہ علم کی خاردار وادی میں داخل ہونے کے لیے عربی لغت کے بال و پر سے مزین ہونا نہایت ضروری ہے۔

عربی زبان کی خصوصیات

عربی زبان کی کچھ خصوصیات ہیں جو اسے دوسری زبانوں سے ممتاز کرتی ہیں:

---

۱) جلال الدين السيوطى و اثره فى الدراسات اللغوية ' الدكتور عبدالمتعال سالم مكرم ص ۳۶۹' ۳۷۰۔

(۱) اعراب : یعنی آخری حروف کا عامل کے اعتبار سے بدلنا۔ دنیا میں صرف تین زبانیں ہیں جن کے آخری حروف میں عامل کے اعتبار سے تبدیلی واقع ہوتی ہے اور وہ ہیں عربی' حبشی اور جرمنی لغات۔

(۲) دقة التعبير : عربی زبان وہ زبان ہے جس میں ہر معنی کے لیے ایک خاص لفظ متعین ہے' مثلاً دن کی ساعتوں میں سے ہر ساعت کے لیے ایک خاص لفظ موجود ہے۔ دن کے اوقات کے لیے ذرور' بزوغ' ضحی' غزالة' هاجرة' زوال' عصر' اصيل' صيوب' حدور' غروب کے الفاظ۔ اسی طرح رات کی ہر ساعت کے لیے' چاندنی راتوں کی ہر رات کے لیے' سر کے بالوں کی ہر مقدار کے لیے' آنکھوں کے عیوب کے اظہار کے لیے' مثلاً حوص' خوص' شتر' عمش' لکش ۔ نیز دیکھنے' چلنے' مارنے' پینے' مرنے' کھانے اور رونے کے ہر طریقہ اور انداز کے لیے تعبیرات اور الفاظ کا عربی میں طومار ہے۔

(۳) مترادفات : ہر زبان میں مترادفات ہوتے ہیں' لیکن عربی زبان اس میدان میں بھی دوسری تمام زبانوں سے سبقت لے گئی ہے۔ عربی میں ایک ایک لفظ کے لیے دسیوں بیسیوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں' مثلاً موت کے لیے ۱۰۰ الفاظ' اونٹ کے لیے ۳۰۰ الفاظ' شلوار کے لیے ۱۵۰ الفاظ' بارش کے لیے ۶۴ الفاظ' کنویں کے لیے ۸۸ الفاظ' پانی کے لیے ۱۷۰ اور شہد اور شراب کے لیے دس دس الفاظ۔

علامہ جلال الدین السیوطی نے اپنی کتاب ''المزهر'' میں عربی زبان میں الفاظ کی کثرت کی توجیہہ میں کروڑ باتوں کی ایک بات کہی ہے :

> ''علمائے لغت نے پہلے پہل جب الفاظ کی تدوین کی شروعات کیں تو تمام قبائل میں استعمال کیے جانے والے الفاظ کو یکجا کیا' مثلاً عربی زبان میں موت کے لیے ۱۰۰ الفاظ مستعمل ہیں تو یہ ۱۰۰ الفاظ مختلف قبائل میں الگ الگ استعمال ہوتے تھے۔''

جرجی زیدان نے بھی اپنی کتاب 'تاریخ آداب اللغة العربية' ج ۱' ص ۴۱' میں ایک اور وجہ بیان کی ہے' وہ یہ کہ ایک ہی حیوان کے لیے کئی نام جو استعمال ہوتے ہیں' مثلاً اونٹنی کے لیے ۲۵۵' سانپ کے لیے ۱۰۰ اور گھوڑے کے لیے ۱۵۰' یہ تمام نام دراصل صفات ہیں اور بعد میں بطور اسم یہی استعمال ہونے لگے۔

(۴) اضداد : عربی زبان میں ایسے سینکڑوں الفاظ ہیں جو متضاد معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں' مثلاً قَعَدَ بیٹھنے اور کھڑے ہونے' نَضَحَ پیاسا ہونے اور سیراب ہونے'

ذَابَ گھل مل جانے اور جم جانے دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

(۵) اشتقاق: مستشرق جو بیوم ''تراث الاسلام'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''عربی زبان بے مثال خصوصیات کی حامل زبان ہے' لچک میں اور اشتقاق کے باب میں کوئی زبان اس کے پاسنگ بھی نہیں۔''

''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر مادہ ''دار'' کو ہی لیجیے' تنہا صرف اس لفظ سے کئی افعال اور اسماء نکلتے ہیں: دار' أدار' دوّر' تدوّر' تداور' داور' استدار' دور' دوران' دوار' دوّار' مدار' مدارة۔

اس درازنفسی سے جہاں عربی زبان کی مذہبی اور دینی حیثیت اور دیگر زبانوں کے مقابلہ میں اس کی خصوصیات اَلم نشرح ہیں وہیں علمی میدانوں میں اس کی ناگزیریت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی دوررس نگاہ کے باعث بہت پہلے کہا تھا کہ ''دنیا کی ہر زبان کو آدمی سمجھ کر پڑھتا ہے' لیکن قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کیوں کوشش نہیں کرتا؟''

مولانا نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ ''بچوں کو قرآن کی تعلیم معانی اور قواعد کے ساتھ دی جائے۔''

قصۂ کوتاہ یہ کہ آج مسلمانوں کو اپنی اس مذہبی زبان سے قریب کرنے اور اس کو سیکھنے پر ابھارنے کی اشد ضرورت ہے۔

❁ ❁ ❁

بقیہ: ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح

آیت میں اسی غلطی کی نشاندہی کرنے کے بعد کل نیکی کی تعریف (Definition) بیان کر دی گئی ہے۔ ہمارے لیے اس کی افادیت یہ ہے کہ کسی کو کچھ لوگ جب نیک اور پارسا قرار دیں تو اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کی اس بات پر آنکھ بند کر کے یقین نہ کر بیٹھے' بلکہ اس آیت میں دیے گئے نیکی کے معیار پر ہر پہلو سے خود کو پرکھ کر اپنے سود و زیاں کا حساب خود کر لے۔